OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan

HJRS

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(e): 3006-0370
ISSN(p): 3006-0362
al-marjan.com.pk

خصوصی شمارہ برائے "اجتہاد و اصولہ"

Hierarchies of Ijtihad and the Delimitation of Juristic Authority: A Foundational Analysis of the Operational Spheres of Mujtahid Mutlaq and Mujtahid Muntasib

مراتبِ اجتہاد اور فقہی اختیار کی تحدید: مجتہدِ مطلق اور مجتہدِ منتسب کے دائرۂ عمل کا اصولی تجزیہ

Authors Details

1 . Dr. Naveed Khan
Postdoctoral Fellow, Islamic Research Institute (IRI), International Islamic University, Islamabad, Pakistan; Assistant Professor, Government Post Graduate College (GPGC), Haripur, Pakistan.
Email: naveedkhan61980@gmail.com

Citation
Khan, Naveed. " Hierarchies of Ijtihad and the Delimitation of Juristic Authority: A Foundational Analysis of the Operational Spheres of Mujtahid Mutlaq and Mujtahid Muntasib ". "*Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026):120–133..

Submission Timeline
Received: Aug 01, 2025
Revised: Otc 16, 2025
Accepted:**Nov** 13, 2025
Published Online: Jan 17, 2026

Article QR

Publication & Ethics Statement

Published by *Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.*
© The Authors. No conflict of interest declared.
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

Indexed & Abstracted In / Research Profiles

ISSN International Standard Serial Number International Centre · ADL Asian Digital Library · Wikidata · ORCID · Index Copernicus International · Google Scholar · scirev · ResearchBib Academic Resource Index · ESJI www.ESJIndex.org Eurasian Scientific Journal Index · CiteFactor Academic Scientific Journals

Hierarchies of Ijtihad and the Delimitation of Juristic Authority: A Foundational Analysis of the Operational Spheres of Mujtahid Mutlaq and Mujtahid Muntasib

مراتبِ اجتہاد اور فقہی اختیار کی تحدید: مجتہدِ مطلق اور مجتہدِ منتسب کے دائرۂ عمل کا اصولی تجزیہ

ڈاکٹر نوید خان ☆

Abstract

The hierarchy of Ijtihad and the boundaries of juristic authority in Islamic jurisprudence represent a pivotal foundational subject with direct implications for resolving contemporary legal issues. This research delineates the subtle demarcations of juristic authority between the Mujtahid Mutlaq (Absolute Jurist) and the Mujtahid Muntasib (Affiliated Jurist) that distinguish their respective operational spheres. The central research question explores whether the Affiliated Jurist is merely a follower (Muqallid) in the principles of jurisprudence (Usul al-Fiqh), or if he possesses the scholarly authority to deviate from his Imam's principles while exercising Ijtihad in subsidiary matters (Furu'), and how this distribution of power influences the contemporary legal framework. Utilizing a qualitative and analytical methodology, this study conducts a comparative analysis of classical legal texts within a modern context to evaluate the juristic actions of both classes of jurists. The findings indicate that the scope of the Affiliated Jurist is not restricted to minor details; rather, through the process of Takhrij, he possesses the capacity to formulate new legal structures, though this remains conditioned by the nature of his affiliation. The distinct scholarly contribution of this paper lies in establishing the foundational authority of the Mujtahid Muntasib elevating him from a mere commentator to a subordinate legislator and identifying specific conditions where the Ijtihad of the affiliate may take precedence over the general rules of the Absolute Jurist, an aspect not explicitly addressed in prior literature.

Keywords: Hierarchies of Ijtihad, Mujtahid Mutlaq, Mujtahid Muntasib, Juristic Authority, Jurisdictional Limitations .

تعارفِ موضوع

اسلامی شریعت کی ابدیت کا راز اجتہاد کے تسلسل میں پنہاں ہے۔ فقہ اسلامی کی تاریخ میں ائمہ مجتہدین نے نصوص سے احکام کے استنباط کے لیے جو علمی جدوجہد کی، اس نے فکرِ اسلامی کو وسعت عطا کی۔ تاہم، اجتہاد کا عمل ہر دور میں علمی قابلیت اور شرائط کے لحاظ سے مختلف طبقات اور مراتب میں تقسیم رہا ہے۔ اس مقالے میں اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کس طرح مجتہدِ مطلق، جو کہ اصول و فروع دونوں میں آزاد ہوتا ہے، اور

☆ ایم ایس اسکالر، اصول الدین، شعبہ حدیث، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان۔

مجتہدِ منتسب، جو اپنے امام کے وضع کردہ اصولوں کا پابند ہوتا ہے، کے درمیان فقہی اختیار کی حدود متعین کی گئی ہیں۔ یہ بحث خاص طور پر اس لیے اہم ہے کہ جدید دور کے پیچیدہ مسائل میں مقاصدِ شریعہ کی روشنی میں نئی قانون سازی کے لیے اجتہاد کے ان مراتب کی درست تفہیم ناگزیر ہے۔

اجتہاد کے مراتب کی تعیین کا سب سے بڑا فائدہ فقہی نظم وضبط کا قیام ہے۔ اگر ہر فقیہ کو مجتہدِ مطلق کی طرح نئے اصول وضع کرنے کا کلی اختیار دے دیا جائے، تو اسلامی قانونی ڈھانچہ منتشر ہو سکتا ہے۔ مجتہدِ منتسب کا اپنے امام کے اصولوں کا پابند رہنا معاشرے کو اس قانونی خلفشار سے بچاتا ہے جو آزاد اجتہاد کے نام پر پیدا ہو سکتا ہے۔ فقہی اختیار کی تحدید اس لیے ضروری ہے تاکہ اجتہاد کا عمل محض ذاتی ذوق یا خواہشِ نفس (تشہی) کی بھینٹ نہ چڑھے۔ مراتبِ اجتہاد کے ذریعے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ مجتہدِ مطلق نصوص سے براہِ راست اصول وضع کرتا ہے مجتہدِ منتسب انہی اصولوں کے فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے مسائل کا استنباط کرتا ہے، جس سے مذہب کے اندر داخلی ہم آہنگی برقرار رہتی ہے۔ اس موضوع کی اہمیت جدید دور میں پیش آنے والے پیچیدہ مسائل (نوازل) کے حل کے حوالے سے مزید بڑھ جاتی ہے۔

مجتہدِ منتسب کا اختیار اسے اجازت دیتا ہے کہ جہاں امام کا صریح قول موجود نہ ہو، وہاں وہ روحِ منہج کے ذریعے شریعت کے مقاصد کو پورا کرے یہ عمل اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ جدید حل شریعت کے مجموعی مزاج سے الگ نہ ہوں۔ مراتبِ اجتہاد کی بحث یہ واضح کرتی ہے کہ فقیہ کا اختیار کہاں تک وسیع ہو سکتا ہے۔ مجتہدِ منتسب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان مسائل میں اپنے امام کے قول سے انحراف کرے جن کی بنیاد عرف اور زمانے کے حالات پر تھی۔ یہ تحدید اور اختیار کا توازن ہی فقہ کو ہر دور میں "عصرِ حاضر" کے مطابق رکھتا ہے۔ اس تجزیے کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ اجتہاد کے لیے مطلوبہ اعلیٰ علمی معیار (جیسے عربی زبان، ناسخ و منسوخ اور اصولِ فقہ میں مہارت) کو برقرار رکھتا ہے۔ یہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتا ہے کہ محض لغت یا چند کتب کی مدد سے کوئی بھی شخص مجتہد بن سکتا ہے۔ معاصر قانونی ڈھانچے میں جب ججوں یا مفتیوں کو مذہب کے راجح قول کا پابند کیا جاتا ہے، تو اس سے عدل و انصاف میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ اختیار کی تحدید ہی ہے جو قانون کو انفرادی نظریات کے بجائے ایک مستحکم علمی روایت پر استوار کرتی ہے۔

تحقیق کے بنیادی سوالات (Research Questions)

اس موضوع پر تحقیق کرتے وقت درج ذیل بنیادی سوالات فکری و اصولی بنیاد فراہم کرتے ہیں:

1. مجتہدِ مطلق اور مجتہدِ منتسب کے استنباطی منہج (Methodology) میں بنیادی فرق کیا ہے اور کیا منتسب کی شخصیت اجتہاد و تقلید کے درمیان ایک "برزخی" (درمیانی) مقام رکھتی ہے؟
2. مجتہدِ منتسب کے دائرہ عمل میں "تخریج" کی اصولی اہمیت کیا ہے اور وہ کن علمی شرائط کے تحت اپنے امام کے قواعد سے انحراف یا نئے اصول وضع کرنے کا مجاز ہوتا ہے؟
3. عصرِ حاضر کے پیچیدہ مسائل (نوازل) کے حل کے لیے مجتہدِ منتسب کا اپنے امام کے اصولوں پر کاربند رہنا کس حد تک مصلحت کے مطابق ہے اور اس کا فقہی اختیار معاصر قانونی ڈھانچے پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

سابقہ تحقیقی مواد کا تجزیہ (Literature Review)

مراتبِ اجتہاد اور فقہی اختیارات کی تقسیم ایک قدیم اور گہرا علمی موضوع ہے، جس پر کلاسیکی اور معاصر دونوں ادوار میں کام ہوا ہے۔ اس تحقیق کے مقصد کو واضح کرنے کے لیے درج ذیل اہم کتب اور مقالات کا جائزہ لیا گیا ہے:

1. صفۃ الفتویٰ والمفتی والمستفتی، مصنف: احمد بن حمدان حنبلی، سنِ اشاعت 1404ھ / 1984ء، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان۔

اس کتاب میں مصنف نے مجتہدین کے درجات (مطلق، منتسب، اور مقید) کی تفصیل بیان کی ہے، تاہم ان کا مرکزِ نگاہ زیادہ تر فتاویٰ کے احکام اور مفتی کی شرائط پر رہا ہے۔ موجودہ تحقیق اس سے اس طرح مختلف ہے کہ یہ محض شرائط تک محدود نہیں بلکہ "اختیار کی تحدید" اور اس کے قانونی نتائج کا اصولی تجزیہ کرتی ہے۔

2. رفع الملام عن الائمۃ الاعلام، مصنف: امام ابن تیمیہ، سنِ اشاعت 1413ھ / 1992ء (جدید ایڈیشن)، ناشر: الرئاسۃ العامۃ الادارات البحوث العلمیۃ والافتاء، ریاض، سعودی عرب

اس تصنیف میں امام ابن تیمیہ نے ائمہ کے درمیان علمی اختلافات اور اجتہاد کے دائرہ کار پر بحث کی ہے۔ انہوں نے یہ واضح کیا کہ کسی امام کا اجتہاد نصوص کی عدم دستیابی یا فہم کے فرق پر مبنی ہو سکتا ہے۔ موجودہ تحقیق ان اصولی ابحاث کو بنیاد بنا کر یہ دیکھتی ہے کہ مجتہدِ منتسب کس حد تک نصوصِ جدیدہ کی بنیاد پر اپنے امام کے اصول سے تجاوز کر سکتا ہے۔

3. "الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیۃ"، مصنف: ڈاکٹر یوسف القرضاوی، سنِ اشاعت: 1417ھ / 1996ء، ناشر: دار القلم، کویت۔

معاصر دور کی یہ ایک اہم کتاب ہے جس میں ڈاکٹر قرضاوی نے اجتہاد کی عصری ضرورت اور اس کی تقسیم پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انہوں نے "اجتہادِ جزئی" (Partial Ijtihad) پر زور دیا ہے، جبکہ میرا مقالہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر "مجتہدِ منتسب" کے منظم دائرۂ عمل کو مقاصدِ شریعہ کے ساتھ جوڑ کر پیش کرتا ہے۔

4. الموافقات فی اصول الشریعۃ، مصنف: امام ابو اسحاق الشاطبی، سنِ اشاعت: 1417ھ / 1997ء (تحقیق: مشہور بن حسن آل سلمان)، ناشر: دار ابن عفان، الخبر، سعودی عرب۔

اگرچہ یہ کتاب اصول و مقاصد کی اساسی کتاب ہے، لیکن اس میں اجتہاد کے مراتب کو "مقاصدِ کلیہ" کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔ موجودہ تحقیق شاطبی کے مقاصدی فکر کو استعمال کرتے ہوئے مجتہدِ منتسب کے لیے ایسے اصول وضع کرنے کی کوشش کرتی ہے جو اسے جدید ڈیجیٹل اور معاشی دور کے چیلنجز سے نمٹنے میں مدد دیں۔

5. مراتبِ اجتہاد اور ان کی عصری معنویت، مختلف علمی و تحقیقی جرائد۔

اردو اور عربی کے مختلف جرائد میں اس موضوع پر مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں اجتہاد کے ارتقاء کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں اکثر "اجتہادِ مطلق" کے ناقابلِ حصول ہونے پر بحث کی گئی ہے۔ موجودہ تحقیق ان مضامین کے برعکس اس بات پر توجہ مرکوز کرتی ہے کہ "اجتہادِ منتسب" کس طرح ایک آزاد اجتہاد اور اندھی تقلید کے درمیان ایک معتدل علمی راستہ فراہم کرتا ہے۔

سابقہ علمی مواد میں زیادہ تر توجہ مجتہد کی ذاتی قابلیت اور علمی شرائط پر رہی ہے۔ اس کے برعکس زیرِ نظر تحقیق فقہی اختیار کی تحدید کے پہلو پر مرکوز ہے۔ یعنی یہ مقالہ اس بات کا اصولی تجزیہ کرتا ہے کہ ایک مجتہدِ منتسب اپنے امام کے مذہب کے اندر رہتے ہوئے کہاں تک "اصولی ترمیم" کا مجاز ہے، اور کن حالات میں اس کا یہ اختیار مقاصدِ شریعہ کے تحت "اجتہادِ مطلق" کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ یہ پہلو سابقہ تحقیقات میں تشنہ رہا ہے۔

اجتہاد کا مفہوم

لغت میں اجتہاد جہد سے ماخوذ ہے جس کے معنی کوشش، محنت، مشقت اور جدوجہد کے ہیں۔

(الجیم والھاء والدال أصلٌ واحدٌ یدلّ علی المشقّۃ وبذل الطاقۃ).

حروف (ج، ہ، د) ایک ہی اصل پر دلالت کرتے ہیں، اور وہ اصل ہے مشقت اور پوری طاقت کا استعمال۔ اس کے حروف اصلیہ سے بابِ افتعال کے وزن پر لفظِ اجتہاد بنا ہے۔ لغت کے معتبر مصادر کی روشنی میں اجتہاد لغت میں اس کامل اور انتہائی کوشش کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی پوری طاقت اور وسعت صرف کر دے، اور اس میں مشقت اور ذہنی کاوش لازماً شامل ہو۔ یہی لغوی مفہوم بعد میں اجتہاد کی بنیاد بنا۔ لغت کے مستند ترین ماخذ میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

(الجُھدُ: المشقّۃ، وقیل: الجُھدُ الطاقۃ، وبذل الوُسْع والمجھود. واجتھد فی الأمر: بذَلَ وُسْعَہُ وطاقتہ).

لغوی معنٰی کے لحاظ سے جہد کا معنی مشقت اٹھانا، پوری طاقت صرف کرنا ہے۔ اور اجتہاد سے مراد کسی کام میں اپنی پوری ذہنی و جسمانی قوت صرف کر دینا ہے۔ اصطلاحِ اصول میں اجتہاد سے مراد فقیہ کا شرعی احکام کے استنباط میں اپنی پوری قوت اور صلاحیت صرف کرنا ہے۔

امام غزالی نے المستصفیٰ میں اجتہاد کی تعریف یوں کی ہے:

(الاجتهاد التام أن يبذل الوسع في الطلب بحيث يحس من نفسه بالعجز عن مزيد طلب)

کامل اجتہاد یہ ہے کہ انسان کسی مسئلہ کی تحقیق اور تلاش میں اپنی تمام تر علمی، فکری اور ذہنی صلاحیتیں استعمال کر لے، یہاں تک کہ اسے اپنے اندر مزید کوشش کی گنجائش محسوس نہ ہو۔ اس معنیٰ کی تائید قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

(وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ)

(اور جو اپنی محنت و مشقت کی سوا کچھ نہیں پاتے۔)

یہ تعریف اجتہاد کے چند بنیادی عناصر کو اجاگر کرتی ہے، اولاً تو یہ کہ مجتہد کی قطعی اور مکمل کوشش کا نام اجتہاد ہے۔ دوسرا یہ کہ ظنی علم کا حصول جو یقینی علم سے کم تر لیکن محض تخمین اور قیاس آرائی سے بالاتر ہو اور تیسرا یہ کہ شرعی احکام کا تعلق، نہ کہ عقلی یا حسابی مسائل کا۔ یہ تینوں عناصر مل کر اجتہاد کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں اور اسے دیگر علمی کاوشوں سے ممتاز کرتے ہیں۔

خلاصہ: اجتہاد لغت میں پوری طاقت صرف کرنے اور مشقت اٹھانے کا نام ہے، جبکہ اصطلاحِ اصول میں یہ ایک فقیہ کی وہ انتہائی ذہنی کاوش ہے جس کے ذریعے وہ ادلہ تفصیلیہ سے ظنی شرعی احکام حاصل کرتا ہے۔

مجتہدِ مطلق اور مجتہدِ منتسب کے دائرۂ عمل کا اصولی تجزیہ

علمائے اصول نے مجتہدین کو مختلف مراتب میں تقسیم کیا ہے، جن میں سب سے اہم تقسیم مجتہد مطلق و مجتہد منتسب کے درمیان ہے۔ ان دونوں مراتب کے درمیان فرق محض نظریاتی نہیں بلکہ عملی اور فقہی اثرات کا حامل ہے۔ یہ تحقیق ان دونوں مراتب کی اصولی بنیادوں، ان کے دائرۂ عمل کی حدود، اور فقہی اختیار کے تعین میں ان کے کردار کا تنقیدی جائزہ پیش کرتی ہے۔ مجتہد مطلق کو مجتہد فی الشرع اور مجتہد مستقل بھی کہا جاتا ہے۔ اجتہاد کے مراتب میں مجتہد مطلق وہ بلند پایہ فقیہ ہے جو ادلہ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) سے احکام کے استنباط کے لیے کسی دوسرے فقیہ کے وضع کردہ ضوابط کا محتاج نہیں ہوتا، بلکہ کتاب و سنت سے براہِ راست استفادہ کے لیے اپنے قواعد اور ضوابط وضع کرتا ہے۔ وہ اصول و فروع میں کسی دوسرے کی تقلید نہیں کرتا اس کا استنباطی منہج کسی دوسرے فقیہ کا مرہونِ منت نہیں ہوتا۔ اس مرتبے کے لیے لغت، عربیت، ناسخ و منسوخ اور اصولِ استدلال میں درجہِ کمال لازم ہے۔ جیسے مذاہبِ اربعہ کے بانیان ائمہ اربعہ اصول و فروع میں کسی کے مقلد نہیں بلکہ انہوں نے براہ راست قرآن و سنت سے استفادہ کرکے قواعدِ فقہیہ وضع کیے ہیں۔ اس کے برعکس مجتہدِ منتسب جسے مجتہد فی المذہب بھی کہا جاتا ہے، وہ ہے جو استنباطِ احکام میں کتاب و سنت سے براہِ راست استفادہ تو کرتا ہے، لیکن اپنی عظمت اور فقہی استعداد کو کسی سابقہ مجتہد مطلق کی طرف منسوب کردیتا ہے اور اس کا استنباط اپنے امام کے وضع کردہ اصولوں کے دائرہ کار کے اندر ہوتا ہے جس طرح امام ابو یوسف، محمد بن الحسن شیبانی، امام غزالی اور امام فخر الدین رازی وغیرہ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے اور اپنا نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن خود کسی مذہب کی بنیاد رکھنے کے بجائے اپنے آپ کو دوسرے مذہب کی طرف منسوب کردیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(مجتہدِ مطلق وہ ہے جو ادلہ شرعیہ سے احکام نکالنے کے لیے خود اصول وضع کرے اور ان اصولوں میں کسی کا پابند نہ ہو، جیسے ائمہ اربعہ، جب کہ مجتہدِ منتسب وہ ہے جو احکام کے استنباط میں اپنے امام کے اصولوں کا پابند ہو، اگرچہ وہ جزئیات اور فروع میں اپنے امام سے اختلاف کی علمی قوت رکھتا ہو۔)

اس منہجی فرق کا بنیادی نکتہ اصول سازی اور اصول پسندی ہے۔ مجتہدِ مطلق واضعِ اصول ہے جبکہ مجتہدِ منتسب اصولوں کی پیروی کرنے والا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے طبقات الفقہاء میں اس بات پر زور دیا ہے کہ منتسب اگرچہ فروعی مسائل میں اپنے اجتہاد سے کام لیتا ہے، لیکن وہ اصولِ فقہ (جیسے عام کی تخصیص یا خبرِ واحد کی حجیت کے شرائط) میں صاحبِ مذہب کا مقلد ہوتا ہے۔

خلاصہ: علمائے اصول نے استنباطی صلاحیت اور فقہی اختیار کے فرق کی بنیاد پر مجتہدین کے مختلف طبقات مقرر کیے ہیں، جن میں مجتہدِ مطلق اور مجتہدِ منتسب کے درمیان تفریق فقہی نظم وضبط کے لحاظ سے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

مجتہدِ منتسب کا برزخی (درمیانی) مقام: اجتہاد اور تقلید کا سنگم

مجتہدِ منتسب کی شخصیت اسلامی فقہ میں ایک منفرد اور "برزخی" مقام رکھتی ہے، ایسا فقیہ نہ تو مکمل طور پر خود مختار مجتہد ہوتا ہے اور نہ ہی عام مقلد کی طرح صرف دوسروں کی بات نقل کرتا ہے، بلکہ وہ دونوں کے درمیان ایک درمیانی درجے پر ہوتا ہے یہ مقام اجتہادِ مطلق اور تقلیدِ محض کے درمیان ایک ایسا پل ہے جو فقہی تسلسل کو برقرار رکھتا ہے۔ اسے "برزخی" اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک جہت سے مجتہد ہے اور دوسری جہت سے مقلد۔ وہ نئے پیش آنے والے مسائل (نوازل) میں براہِ راست قرآن وسنت سے حکم نکالتا ہے اور ان مسائل میں کسی کی تقلید نہیں کرتا جن کا ذکر امام سے منقول نہ ہو۔ وہ اپنے امام کے استنباطی ڈھانچے اور طریقِ استدلال سے باہر نہیں نکلتا۔ امام ابوزہرہؒ اس درمیانی مقام کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> (مجتہدِ منتسب وہ فقیہ ہے جس نے اپنے امام کے طریقے کو پختہ کرلیا ہو، وہ دلیل کو پہچانتا ہے اور دلیل سے حکم نکالنے کا ملکہ رکھتا ہے، لیکن وہ اپنے امام کے اصولوں کو حق تسلیم کرتے ہوئے ان کے دائرے میں رہ کر اجتہاد کرتا ہے۔ پس وہ استدلال میں آزاد اور اصول میں مقلد ہے۔)

یہ مقام اسے ایک "ذیلی قانون ساز" کا درجہ دیتا ہے۔ وہ محض امام کے اقوال کا ناقل نہیں ہوتا بلکہ امام کے خاموش یا چھوڑے گئے مقامات کو اپنی بصیرت سے حل کرتا ہے۔ اس برزخی مقام کی وجہ سے وہ فقہ میں جمود کو بھی روکتا ہے اور انتشارِ فکری (بغیر اصول کے اجتہاد) کی بھی بیخ کنی کرتا ہے۔

خلاصہ: مجتہدِ مطلق وہ مستقل فقیہ ہے جو استنباطِ احکام کے لیے کسی دوسرے کے وضع کردہ ضوابط کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ براہِ راست نصوص سے اپنے قواعد وضع کرتا ہے، جس کے لیے علومِ شرعیہ ولغویہ میں درجہِ کمال لازم ہے۔

منہجی فرق کا اصول وفروع پر اثر

فقہی ارتقاء میں چوں کہ مجتہدِ مطلق کتاب وسنت سے احکام کے استنباط کے لیے اپنے ذاتی اصول کو وضع کرتا ہے جب کہ مجتہدِ منتسب استنباط کے لیے اپنے امام کے طے کردہ اصولوں کا پابند ہوتا ہے، البتہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل (فروع) میں ان اصولوں کی روشنی میں تخریج کا کام کرتا ہے لہذا مجتہدِ مطلق اور منتسب کے درمیان یہ منہجی فرق جب عملی میدان میں آتا ہے، تو اس کے اثرات واضح ہوتے ہیں۔ جہاں مجتہدِ مطلق تاسیس کرتا ہے وہاں منتسب تخریج کرتا ہے۔ مثلاً اگر امام ابوحنیفہؒ نے ایک اصول وضع کیا کہ خبرِ واحد قیاس پر مقدم ہے، تو اب مجتہدِ منتسب ہر نئے مسئلے میں اسی ترازو کو استعمال کرے گا۔ وہ نیا ترازو نہیں بنائے گا، بلکہ اسی ترازو سے نئے مادوں کا وزن کرے گا۔ ایک منتسب عالم امام کے اصولوں کا پابند ہوتا ہے جب امام ابوحنیفہؒ نے یہ قاعدہ طے کیا کہ خبرِ واحد اگر قیاس کے مخالف ہو تو خبرِ واحد کو ترجیح دی جائے گی بشرطیکہ راوی فقیہ ہو، تو بعد میں آنے والے حنفی فقہاء نے اس اصول کو ایک "ترازو" کے طور پر استعمال کیا۔

معلوم ہوا مجتہد مطلق کا کام تاسیس ہے یعنی وہ شریعت کے کلی مقاصد کو سامنے رکھ کر استدلال کا ایک نیا منہج تیار کرتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اسی زمرے میں آتے ہیں۔ دوسری طرف، مجتہدِ منتسب کا کام تخریج ہے۔ وہ نیا اصول نہیں بناتا بلکہ امام کے بنائے ہوئے اصولوں کے تحت نئے مسائل کا استنباط کرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے واضح کیا ہے کہ مجتہدِ منتسب اصول میں مقلد ہوتا ہے لیکن فروع میں مجتہد۔

اس منہجی فرق کا عملی اثر ایک معروف مسئلے میں دیکھا جا سکتا ہے: "قہقہہ فی الصلوۃ" (نماز میں بلند آواز سے ہنسنا)۔ قیاس کے تقاضا کے مطابق اصولی موقف ہے کہ ہنسنے سے صرف نماز ٹوٹے، وضو نہ ٹوٹے جب کہ حنفی منہج یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خبرِ واحد (حدیثِ مرسل) قیاس پر مقدم ہے، اس لیے انہوں نے حدیث کی بنیاد پر وضو ٹوٹنے کا حکم دیا۔ نماز میں بلند آواز سے ہنسنے (قہقہہ) کے مسئلے میں قیاس اور احناف کے منہج کے حوالے سے مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ نماز میں ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے۔

امام یحییٰ بن شرف نوویؒ فرماتے ہیں:

(ہمارے نزدیک نماز میں ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور یہی امام مالک اور امام احمد اور جمہور علماء کا قول ہے، کیونکہ یہ حدث نہیں ہے۔)

ان کی دلیل یہ ہے کہ ہنسی کوئی ایسی ناپاک چیز نہیں ہے جو جسم سے خارج ہو، بلکہ یہ محض ایک آواز ہے جیسے کلام کرنا یارونا جو چیز نماز سے باہر وضو نہیں توڑتی (جیسے عام حالات میں ہنسنا)، وہ نماز کے اندر بھی وضو نہیں توڑ سکتی۔ اس لیے ان کے نزدیک قیاس کی رو سے ہنسنے سے صرف نماز ٹوٹتی ہے کیونکہ یہ نماز کی ہیئت کے منافی ہے، لیکن وضو برقرار رہتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور دیگر احناف کا موقف یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ احناف نے یہاں قیاس کو چھوڑ کر خبر واحد پر عمل کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک حدیث قیاس پر مقدم ہوتی ہے اس حوالے سے احناف کی بنیادی دلیل وہ حدیث ہے جو ابو العالیہ، حسن بصری اور ابراہیم نخعی جیسے جلیل القدر تابعین سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نماز کے دوران ایک گڑھے میں گر گیا، جس پر بعض صحابہؓ ہنس پڑے، تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ

(من ضحک في الصلاة قهقهة فليعد الوضوء والصلاة معا)

(جس نے قہقہہ لگایا وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔)

احناف خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ قیاس کی رو سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے کیونکہ ہنسی کوئی خارج نجس نہیں ہے۔ تاہم انہوں نے اس حکم کو دو وجوہات کی بنا پر اختیار کیا۔ جب حدیثِ مبارکہ میں صراحت آگئی تو عقل اور قیاس کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ منتسب کا کردار یہ ہے کہ اب بعد میں آنے والا ہر حنفی مجتہد (جیسے امام جصاص یا امام کرخی) اس اصول سے انحراف نہیں کرے گا، بلکہ ہر اس مسئلے میں جہاں حدیث اور قیاس کا ٹکراؤ ہو گا، وہ اسی حنفی ضابطے کو نافذ کرے گا۔

خلاصہ: مجتہدِ مطلق اور منتسب کے درمیان بنیادی فرق "تاسیس" اور "تخریج" کا ہے، جہاں منتسب امام کے مقرر کردہ اصولی ترازو کو استعمال کرتے ہوئے "تخریج المناط" کے ذریعے جدید مسائل (نوازل) کا شرعی حکم دریافت کرتا ہے۔

اصول و فروع کا باہمی ربط

مجتہدِ منتسب کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ امام کے کلام سے ان علل کو تلاش کرتا ہے جن کی بنیاد پر امام نے فیصلہ کیا تھا۔ اسے "تخریج المناط" کہا جاتا ہے۔ تخریج المناط سے مراد وہ غور و فکر اور اجتہاد ہے جس کے ذریعے کسی حکم کی ایسی علت دریافت کی جائے جس پر نص (قرآن و حدیث) یا اجماع تو دلالت کرتے ہوں، لیکن اس کی علت واضح طور پر بیان نہ کی گئی ہو۔ اس عمل میں مجتہد اپنی رائے اور عقل سے علت کا استخراج کرتا ہے اور اس سے فقہ میں تسلسل پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہر منتسب اپنا نیا معیار بنانا شروع کر دے تو مذہب کا ڈھانچہ بکھر جائے گا۔ اس تصور کو سمجھنے کے لیے بنیادی مصادر میں درج ذیل مثالیں دی گئی ہیں:

شراب کی حرمت نص سے یہ تو ثابت ہے کہ شراب (خمر) حرام ہے، لیکن نص میں اس کی علت صراحتاً مذکور نہیں ہے۔ مجتہد اپنے اجتہاد سے اس کی علت "شدتِ مطربہ" (نشہ آوری) دریافت کرتا ہے تاکہ اس پر دیگر نشہ آور چیزوں کو قیاس کیا جا سکے۔ جان بوجھ کر قتل کرنے پر قصاص واجب ہے، یہاں مجتہد اس حکم کی علت "قتلِ عمد عدوان" (ناحق ارادہ قتل) کو قرار دیتا ہے۔ گندم وغیرہ میں سود کی حرمت کی علت مجتہد کے نزدیک اس کا "طعم" (خوردنی ہونا) ہے، جس کی بنیاد پر وہ دیگر خوردنی اشیاء کو اس پر قیاس کرتا ہے۔

خلاصہ: مجتہدِ منتسب امام کے قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں فروعی مسائل کی بنیاد (علت) تلاش کر کے مذہب کے علمی ڈھانچے میں تسلسل برقرار رکھتا ہے تاکہ فقہی نظم و ضبط قائم رہے۔

تخریج کی اصولی اہمیت اور مجتہدِ منتسب کا تاسیسی اختیار

تخریج: مجتہدِ منتسب کا اساسی علمی منہج

فقہ میں تخریج کا عمل بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مجتہدِ منتسب کے لیے تخریج محض ایک فنی مشق نہیں، بلکہ یہ وہ ذریعہ ہے جس سے وہ شریعت کے ابدی اصولوں کا اطلاق نئے پیش آمدہ مسائل پر کرتا ہے۔ تخریج اصطلاحِ اصول میں اس عمل کو کہتے ہیں جس میں ایک فقیہ کسی ایسے مسئلے کا حکم معلوم کرتا ہے جس کے بارے میں صاحبِ مذہب (امام) کا قول موجود نہ ہو، لیکن اس سے ملتے جلتے مسائل میں امام کے فیصلے یا ان کے وضع کردہ اصول موجود ہوں۔ تخریج کا اصولی مطلب یہ ہے کہ امام کے منصوص اقوال میں موجود علت کو پایا جائے اور پھر اس علت کی بنیاد پر ان مسائل کا حکم متعین کیا جائے جن کے بارے میں امام خاموش رہے ہیں۔ مجتہدِ منتسب کا یہ عمل اسے محض ایک شارح کے درجے سے بلند کرکے ایک ذیلی قانون ساز کے منصب پر فائز کر دیتا ہے۔ وہ امام کے کلی قواعد سے ایسے نئے ذیلی اصول وضع کرتا ہے جو مذہب کے ڈھانچے کو وسعت دیتے ہیں۔

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ تخریج کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> (فقہ میں تخریج وہ فن ہے جس کے ذریعے فقیہ امام کے کلام کے مقاصد اور اشارات سے ان احکام کا استخراج کرتا ہے جن کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا، یہ عمل فقیہ کی کمالِ بصیرت اور امام کے منہج سے اس کی گہری وابستگی کی دلیل ہے۔)

تخریج کا سب سے اہم مقصد غیر منصوص مسائل (جن کا ذکر امام نے صراحتاً نہیں کیا) کا حکم دریافت کرنا ہے۔ جب ایک مجتہدِ منتسب کے سامنے ایسا نیا مسئلہ آتا ہے جس پر امام کی کوئی نص موجود نہ ہو، تو وہ امام کے کسی دوسرے ہم جنس مسئلے کو دیکھتا ہے اور اشتراکِ علت کی بنیاد پر وہی حکم اس نئے مسئلے پر لگا دیتا ہے۔ اسے فقہی اصطلاح میں "تخریج الفروع علی الفروع" کہا جاتا ہے۔

خلاصہ: تخریج وہ بنیادی اجتہادی طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ایک فقیہ امام کے منصوص اقوال کی مشترکہ علت کی بنیاد پر غیر منصوص اور جدید مسائل کا شرعی حکم دریافت کرتا ہے۔

منہج کی بقا اور فکری تسلسل

تخریج ایک فعال اجتہادی عمل ہے اور انحراف صرف علمی ضرورت کے تحت مشروط ہے۔ تخریج کا عمل مذہب کے ڈھانچے کو بکھرنے سے بچاتا ہے۔ مجتہدِ منتسب اپنے امام کے استنباطی قواعد کا پابند ہوتا ہے۔ اس کاربندی سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مذہب کے تمام فتاویٰ میں ایک داخلی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ اگر تخریج کا یہ راستہ بند کر دیا جائے تو مذہب ایک جامد قانون بن کر رہ جائے گا۔

خلاصہ: تخریج مذہب کے علمی ڈھانچے میں داخلی ہم آہنگی اور فکری تسلسل کی ضامن ہے، جو مجتہد کو امام کے استنباطی قواعد کا پابند رکھ کر فقہ کو ایک مستحکم قانونی نظام کی صورت میں برقرار رکھتی ہے۔

نوازل کا حل

جدید دور میں پیش آنے والے پیچیدہ مسائل، جیسے کہ ڈیجیٹل کرنسی، جینیاتی انجینئرنگ، یا جدید طبی مسائل (نوازل) کے حل کے لیے "تخریج جدید" ہی وہ واحد راستہ ہے جو قدیم فقہ کو جدید زندگی سے جوڑتا ہے۔ مجتہدِ منتسب قدیم اصولوں (جیسے "الضرورات تبیح المحظورات") کی روشنی میں ان نئے واقعات کی ایسی تشریح کرتا ہے کہ مذہب کی علمی عمارت بھی مستحکم رہتی ہے اور انسانی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ تخریج کرنے والا فقیہ امام کے کلام میں موجود "علت" کو پہچانتا ہے اور پھر اس علت کو نئے مسائل پر منطبق کرتا ہے۔ اس عمل سے فقہ کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور نئے مسائل کو مذہب کے نظام کا حصہ بنا لیا جاتا ہے۔

خلاصہ: جدید دور کے پیچیدہ مسائل (نوازل) کے حل کے لیے "تخریج جدید" ہی وہ واحد علمی راستہ ہے جو قدیم فقہی اصولوں کو معاصر زندگی کی ضرورتوں سے جوڑ کر شریعت کے مقاصد کو پورا کرتا ہے۔

امام کے قواعد سے انحراف اور نئے اصول کی وضع کی شرائط

مجتہدِ منتسب امام کے اصول سے انحراف کا علمی اختیار رکھتا ہے فقہی ابحاث میں ایک نازک مگر مسلمہ حقیقت ہے۔ یہ انحراف بغاوت نہیں بلکہ ارتقاء کہلاتا ہے۔ مجتہدِ منتسب کے لیے اپنے امام کے قواعد سے انحراف اور نئے اصول وضع کرنا اصولاً ممنوع نہیں، البتہ یہ عمل سخت علمی شرائط کا پابند ہے۔ علمائے اصول نے چار بنیادی شرائط مقرر کی ہیں:

i. تبدیلیِ زمانہ اور ضرورتِ شدیدہ کے تحت فقہی انحراف

فقہی مذاہب میں یہ ایک مستحکم اصول ہے کہ وہ مسائل جن کی بنیاد عرف یا اپنے دور کے حالات پر تھی، ان میں زمانے کی تبدیلی کے ساتھ حکم میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ اگر امام کا وضع کردہ قاعدہ کسی خاص عرف یا مصلحت پر مبنی تھا اور زمانہ بدلنے کے ساتھ وہ عرف بدل گیا، تو مجتہدِ منتسب اس قاعدے کو ترک کر کے نیا قاعدہ وضع کرنے کا مجاز ہے۔ احناف کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں (صاحبین) کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف در حقیقت "اختلافِ عصر و زمان" ہے، نہ کہ دلیل و برہان کا اختلاف۔ یعنی امام نے اپنے دور کے عرف کے مطابق حکم دیا اور صاحبین نے اپنے دور کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق۔ امام ابو یوسفؒ کا یہ موقف انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اگر کسی چیز کے بارے میں نص (حدیث) میں "کیل" (ناپ) یا "وزن" (تول) کا ذکر ہو، لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ لوگوں کا عرف بدل جائے، تو موجودہ عرف کا اعتبار ہوگا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ نص میں ناپ تول کا ذکر اس لیے تھا کہ اس دور میں وہی عرف تھا؛ اگر اس وقت عرف اس کے برعکس ہوتا تو نص بھی اسی کے مطابق ہوتی، لہٰذا جب سبب (عرف) بدل گیا تو حکم بھی بدل جائے گا۔ امام قرطبیؒ کے نزدیک بھی حالات کی تبدیلی سے حکم کا بدلنا اجتہادِ منتسب کا خاصہ ہے۔

خلاصہ: اگر امام کا کوئی قول یا قاعدہ اپنے دور کے خاص عرف پر مبنی تھا اور اب وہ عرف بدل چکا ہے، تو مجتہدِ منتسب زمانے کے بدلے ہوئے تقاضوں کے مطابق نیا حکم وضع کرنے کا مجاز ہے۔

ii. تعارض مع النص

اگر امام کا کوئی قاعدہ نصِ قطعی (قرآنِ کریم یا حدیثِ متواتر) سے ٹکراتا ہو تو مجتہدِ منتسب نص پر عمل کرنے کا مجاز ہے۔ ابن الہمام نے اسے "ترجیح الدلیل القطعی" کا اصول قرار دیا ہے۔ اگر مجتہدِ منتسب کو کسی مسئلے میں امام کے قاعدے کے برخلاف ایسی قوی حدیث یا نص مل جائے جو امام کے علم میں اس وقت نہ تھی (یا امام نے اسے کسی دوسری وجہ سے ترک کیا تھا)، تو منتسب کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کے قاعدے سے عدول کرے۔ امام نوویؒ (جو مجتہدِ منتسب کی بہترین مثال ہیں) نے کئی مقامات پر امام شافعیؒ کے قاعدے کے برخلاف "حدیثِ صحیح" کی بنیاد پر فتویٰ دیا اور اسے "مذہبِ شافعی" ہی قرار دیا۔

امام کے دو قواعد کے تعارض کی ایک اہم مثال تعارضِ اصل و ظاہر ہے، یعنی جب ایک قاعدہ اصل حالت پر رہنے کا تقاضا کرے اور دوسرا ظاہری حالت پر، گلیوں کی کیچڑ (طین الشوارع) کی پاکیزگی کا مسئلہ۔ پہلا قاعدہ (اصل) اشیاء میں اصل طہارت (پاکیزگی) ہے۔ دوسرا قاعدہ (ظاہر) گلیوں میں نجاست کا غالب ہونا ایک ظاہری حقیقت ہے۔ اس مسئلے میں امام احمد بن حنبل سے دو روایات منقول ہیں ایک میں انہوں نے اصل (پاکیزگی) کو ترجیح دی اور دوسری میں ظاہر (نجاست) کو۔ مجتہد کا عمل یہاں مجتہد مسئلے کے سیاق کو دیکھتا ہے۔ اگر کسی جگہ نجاست کا غلبہ یقینی یا بہت زیادہ ہو (جیسے سلاخ خانہ کے پاس) تو وہ "ظاہر" کے قاعدے کو راجح قرار دے گا، اور اگر عام گلی ہو جہاں نجاست کا صرف وہم ہو تو وہ "اصل" (پاکیزگی) کے قاعدے کو منتخب کرے گا۔

خلاصہ: شریعت کا مقصد مصلحت کا حصول ہے، لہٰذا اگر امام کا قائم کردہ ضابطہ کسی نئے دور میں مصلحت کے بجائے مفسدہ کا باعث بنے، تو مجتہد "روحِ منہج" کی روشنی میں اس سے انحراف کر سکتا ہے۔

iii. داخلی تعارض

امام کے اپنے دو قواعد باہم متعارض ہوں تو مجتہد مسئلے کے سیاق کو دیکھ کر راجح قاعدے کا انتخاب کر سکتا ہے۔ جب امام کا کوئی جزئی قاعدہ شریعت کے کسی کُلّی مقصد (مثلاً تحفظِ جان یا مال) سے ٹکرا رہا ہو، تو مجتہدِ منتسب "تخریج اصول" کے ذریعے ایک ایسا نیا ضابطہ لاتا ہے جو شریعت کے روح کے زیادہ قریب ہو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مطابق، یہی وہ مقام ہے جہاں منتسب کا اجتہاد مجتہدِ مطلق کے قاعدے پر فوقیت حاصل کر لیتا ہے۔

خلاصہ: جب کسی مجتہدِ منتسب کو کسی مسئلے میں امام کے صریح قول کے مقابلے میں زیادہ قوی اور راجح شرعی دلیل مل جائے، تو وہ امام کے اصولی فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے اس دلیل کو ترجیح دینے کا حق رکھتا ہے

iv. منہج میں خلاء کو پر کرنا

جب کسی نئے مسئلے (نازلہ) میں امام کا صریح قول یا کوئی مخصوص قاعدہ موجود نہ ہو، تو مجتہدِ منتسب کا بنیادی وظیفہ تخریج کرنا ہے۔ مجتہدِ منتسب امام کے استنباطی منہج اور قواعد پر کاربند رہتا ہے اور امام کے کلام کے منطوق و مفہوم کی روشنی میں نئے مسائل کا حل نکالتا ہے۔ اس طبقے کے فقہاء ان مسائل کا شرعی حکم دریافت کرتے ہیں جن کے بارے میں امام یا ان کے اصحاب خاموش رہے ہوں۔ اجتہاد میں تحریِ صواب (حق کی تلاش) لازمی ہے اور خواہشات کی پیروی یا ذاتی ذوق کی بنیاد پر احکام وضع کرنا ناجائز ہے۔

خلاصہ: منتسب ان مسائل میں جہاں امام یا ان کے اصحاب سے صریح قول منقول نہ ہو، امام کے استنباطی منہج اور فکری روح کی روشنی میں نئی "تخریج" کر کے علمی و قانونی خلا کو پُر کرتا ہے تاکہ مذہب کا تسلسل برقرار رہے۔

معاصر نوازل اور مجتہدِ منتسب کی اصولی وابستگی کی مصلحت

نوازل کی اصطلاح فقہِ اسلامی میں ان مسائل کے لیے استعمال ہوتی ہے جو نئے حالات و واقعات کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں اور جن کا صریح حکم قرآن، سنت یا سابقہ فقہی ذخیرے میں موجود نہیں ہوتا۔ ابنِ قیم الجوزیہؒ نے لکھا ہے کہ فتاویٰ احوالِ زمان و مکان اور عرف کے تغیر کے ساتھ بدل جاتے ہیں، اور یہی بات نوازل میں اجتہاد کی بنیادی دلیل ہے۔

عصرِ حاضر میں بائیو میڈیکل سائنس، ڈیجیٹل معیشت اور مصنوعی ذہانت جیسے پیچیدہ مسائل، جنہیں اصطلاحِ فقہ میں نوازل کہا جاتا ہے نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے اور فقہاء کے سامنے ایسے سوالات رکھ دیئے ہیں جن کا براہِ راست جواب کتبِ متقدمین میں نہیں ملتا۔ ان حالات میں مجتہدِ منتسب کا اپنے امام کے اصولوں سے وابستہ رہنا محض ایک روایتی عمل نہیں، بلکہ ایک گہری علمی مصلحت پر مبنی ہے جس کے بغیر فقہی نظام کا تسلسل، اعتبار اور عملی افادیت برقرار نہیں رہ سکتی۔

خلاصہ: منتسب کا اپنے امام کے اصولوں سے جڑے رہنا محض تقلید نہیں، بلکہ شرعی نظام میں نظم و ضبط اور استحکام پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

اصولی ضوابط کی پختگی

جب جدید مسائل جیسے ڈیجیٹل کرنسی یا جینیاتی انجینئرنگ میں مجتہدِ منتسب اپنے امام کے "قواعدِ کلیہ" (مثلاً: الأمور بمقاصدھا یا الضرر یزال) کا نفاذ کرتا ہے، تو حاصل شدہ نتائج زیادہ منضبط اور علمی دنیا میں قابلِ قبول ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ کے مطابق، فقہی قواعد کا اطلاق ہی فقہ کو ہر زمانے کے لیے "زندہ دستور" بنائے رکھتا ہے۔

خلاصہ: مجتہدِ منتسب کا فریضہ یہ ہے کہ وہ امام کے ترازو کو برقرار رکھتے ہوئے نئے مسائل کا وزن کرے، تاکہ مذہب کی علمی عمارت بھی مستحکم رہے اور جدید دور کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل بھی نکل سکے۔

مجتہدِ منتسب کا اپنے امام کے اصولوں پر کاربند رہنے کی مصلحت اور معاصر قانونی اثرات

عصرِ حاضر کے پیچیدہ مسائل (نوازل) کے حل کے لیے مجتہدِ منتسب کا اپنے امام کے اصولوں پر کاربند رہنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر عین مصلحت کے مطابق ہے:

i. **فقہی نظم وضبط اور استحکام(Stability of Legal Framework)**

مجتہدِ منتسب کا امام کے اصولوں پر قائم رہنا محض ایک تقلیدی عمل نہیں، بلکہ یہ شرعی نظام میں نظم وضبط پیدا کرتا ہے۔ اگر ہر شخص کو مکمل آزاد اجتہاد کی اجازت دی جائے تو قانون سازی میں تضاد پیدا ہوگا، جس سے عدالتی نظام مفلوج ہو سکتا ہے اور قانونی ڈھانچہ منتشر ہو جائے گا۔ امام کے طے کردہ قواعد ایک ایسا پیمانہ فراہم کرتے ہیں جس کی مدد سے جدید مسائل کا استخراج ایک مربوط نظام کے تحت کیا جاتا ہے۔ امام کے اصول ایک ایسا "فکری فریم ورک" فراہم کرتے ہیں جس کی بنیاد پر جدید مسائل کا استنباط ایک متعین منہج کے تحت ہوتا ہے، جس سے معاشرے میں قانونی خلفشار پیدا نہیں ہوتا۔

خلاصہ: مجتہدِ منتسب کا امام کے اصولوں پر قائم رہنا ایک مستحکم فکری فریم ورک فراہم کرتا ہے جو عدالتی نظام میں تضاد اور قانونی انتشار کو روک کر معاشرتی نظم وضبط کو یقینی بناتا ہے۔

ii. **تخریج اور جدید استنباط کا آلہ(Takhrij as a Tool)**

مجتہدِ منتسب کا بنیادی کام "تخریج" کرنا ہے، یعنی ان مسائل کا شرعی حکم دریافت کرنا جن کے بارے میں امام خاموش رہے ہوں۔ وہ امام کے طے کردہ قواعد واصول کو سامنے رکھ کر استنباطی منہج کو استعمال کرتے ہوئے نئے واقعات پر ان علل (Causes) کا انطباق کرتا ہے، جو شریعت کے مجموعی مقاصد سے ہم آہنگ ہوں۔ یہ عمل معاصر قانونی نظام کو استحکام بخشتا ہے اور اسے "خواہش نفس" کی پیروی سے بچاتا ہے۔ یہ پابندی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جدید مسائل کا حل کسی سیاسی دباؤ یا ذاتی ذوق کے بجائے ٹھوس علمی اور اصولی بنیادوں پر ہو اور اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ جدید حل شریعت کے مجموعی مزاج اور اصولوں سے ہم آہنگ رہیں۔

خلاصہ: تخریج کے ذریعے مجتہدِ منتسب غیر منصوص مسائل کا حل امام کے منہج کی روح کے مطابق نکالتا ہے، جو قانونی نظام کو "خواہشِ نفس" سے بچا کر اسے ٹھوس اصولی بنیادوں پر استوار رکھتا ہے۔

iii. **عرف اور زمانے کی تبدیلی کی مصلحت(Adaptation to Custom and Time)**

مجتہدِ منتسب کے لیے یہ مصلحت بھی اہم ہے کہ وہ امام کے ان اصولوں یا فروعی احکام میں ترمیم کر سکتا ہے جن کی بنیاد عرف (Custom) یا اپنے دور کے مخصوص حالات پر تھی۔ فقہاء کا یہ اختیار زمانے کی تبدیلی اور عرف وعادات کے بدلنے سے احکام میں ضروری ترمیم کی اجازت دیتا ہے۔ یہ معاصر قانونی ڈھانچے کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ "المشقة تجلب التيسير" (مشقت آسانی لاتی ہے) کے اصول پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے لیے حرج اور تنگی کو ختم کر سکے۔

خلاصہ: تبدیلی عرف اور زمانے کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق احکام میں ترمیم کا یہ اختیار معاصر قانونی ڈھانچے کو متحرک رکھتا ہے اور "المشقة تجلب التيسير" کے تحت انسانی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد دیتا ہے۔

معاصر قانونی ڈھانچے پر اثرات(Impact on Modern Legal Structure)

مجتہدِ منتسب کا کردار صرف فتاویٰ تک محدود نہیں، بلکہ وہ جدید مسلم ریاستوں کے قانونی نظام میں ایک "ذیلی قانون ساز" (Sub-Legislator) کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ مجتہدِ منتسب یا فقہاء کے اس طبقے کا فقہی اختیار معاصر قانونی ڈھانچے پر درج ذیل گہرے اثرات مرتب کرتا ہے:

i. **عدالتی نظم وضبط اور استحکام**

جب کسی ملک کا عدالتی نظام کسی مخصوص فقہی مذہب کے راجح اور مفتیٰ بہ قول کا پابند ہوتا ہے، تو اس سے فیصلوں میں تضاد کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے اور عدالت کا نظم قائم ہوتا ہے۔ یہ اختیار ججوں کو اپنی مرضی کرنے کے بجائے ایک متعین اصولی قواعد وضوابط کا پابند بناتا ہے، جس سے عوام کا قانون پر اعتماد بڑھتا ہے۔ مجتہدِ منتسب کا فقہی اختیار جدید دور میں قانونی تدوین کے لیے انتہائی معاون ہے۔ معاصر اسلامی ریاستوں میں قوانین

کی تیاری اسی طبقے کی "تخریجاتِ معاصرہ" پر مبنی ہوتی ہے۔ یہ اختیار معاصر قانونی نظام کو مذہب کے راجح قول کا پابند بناتا ہے جس سے تو فیصلوں میں تضاد ختم ہو جاتا ہے اور عدل و انصاف کا حصول آسان ہوتا ہے۔

ii. عوامی مصلحت اور عرف کا تحفظ

یہ فقہی اختیار معاصر قوانین کو محض الفاظ کے بجائے روحِ شریعت اور مقاصدِ شریعہ کا نفاذ یعنی حفظِ دین، نفس، عقل، نسل اور مال سے جوڑتا ہے۔ اس سے معاصر قانونی ڈھانچہ ایک ایسی اخلاقی اور قانونی بنیاد حاصل کرتا ہے جو سماجی انصاف اور عدل و انصاف کی عالمگیر اقدار پر مبنی ہوتی ہے۔

iii. جدید مسائل (نوازل) کا حل

جدید دور میں پیش آنے والے پیچیدہ مسائل، جیسے کہ ڈیجیٹل کرنسی، جینیاتی انجینئرنگ، یا جدید طبی مسائل (نوازل) کے حل کے لیے "تخریجِ جدید" ہی وہ واحد راستہ ہے جو قدیم فقہ کو جدید زندگی سے جوڑتا ہے۔ مجتہدِ منتسب قدیم اصولوں (جیسے "الضرورات تبیح المحظورات") کی روشنی میں ان نئے واقعات کی ایسی تشریح کرتا ہے کہ مذہب کی علمی عمارت بھی مستحکم رہتی ہے اور انسانی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ تخریج کرنے والا فقیہ امام کے کلام میں موجود "علت" کو پہچانتا ہے اور پھر اس علت کو نئے مسائل پر منطبق کرتا ہے۔ اس عمل سے فقہ کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور نئے مسائل کو مذہب کے نظام کا حصہ بنا لیا جاتا ہے۔

خلاصہ: جدید دور کے پیچیدہ مسائل (نوازل) کے حل کے لیے "تخریج جدید" ہی وہ واحد علمی راستہ ہے جو قدیم فقہی اصولوں کو معاصر زندگی کی ضرورتوں سے جوڑ کر شریعت کے مقاصد کو پورا کرتا ہے۔

iv. تخریج مناط

جب جدید دور میں عائلی یا مالیاتی قوانین مرتب کیے جاتے ہیں، تو مجتہدِ منتسب اپنے امام کے اصولوں سے ایسی تخریج کرتا ہے جو عصرِ حاضر کی مصلحتوں سے ہم آہنگ ہو۔ اس کی سب سے بڑی تاریخی مثال مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیف "الحیلۃ الناجزۃ" ہے، جس میں آپ نے حنفی فقیہ ہونے کے باوجود، مصلحتِ عامہ اور دفعِ ضرر کے لیے فقہ مالکی کے اصولوں سے تخریج کر کے مظلوم عورتوں کے لیے قانونی راستہ نکالا۔ یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ اجتہادِ منتسب میں قانونی لچک کی بھرپور گنجائش موجود ہے۔

خلاصہ: تخریج مناط کے ذریعے معاصر قوانین میں احکام کی بنیادی علت دریافت کر کے قدیم اصولوں کو جدید حالات پر منطبق کیا جاتا ہے، جو قانونی اصلاحات کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

نتائج

اس تحقیق سے درجِ ذیل نتائج حاصل ہوئے ہیں:

1. مجتہدِ مطلق وہ فقیہ ہے جو استنباطِ احکام کے لیے اپنا مستقل منہج اور قواعد خود وضع کرتا ہے اور براہِ راست نصوص (کتاب و سنت) سے احکام نکالتا ہے۔ اس کے برعکس، مجتہدِ منتسب (یا مجتہد فی المذہب) وہ ہے جو اصول اور قواعد میں اپنے امام کی پیروی کرتا ہے، لیکن ان فروعی مسائل میں اجتہاد کرتا ہے جن کے بارے میں امام کا کوئی صریح قول موجود نہ ہو۔
2. اس طبقے کی شخصیت اجتہاد اور تقلید کے درمیان ایک "برزخی" (درمیانی) مقام رکھتی ہے، کیونکہ وہ ایک طرف تو امام کے استنباطی منہج کی پابند ہوتی ہے، لیکن دوسری طرف نصوص کے فہم اور نئے مسائل میں علت کی دریافت (تخریج) میں آزادانہ علمی ملکہ استعمال کرتی ہے۔ یہ مقام اسے اس قابل بناتا ہے کہ وہ مذہب کی حدود میں رہتے ہوئے اسے زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھے۔
3. مجتہدِ منتسب کے دائرہ عمل میں تخریج کی اصولی اہمیت یہ ہے کہ یہ مذہب کے ڈھانچے میں موجود علمی خلا کو پُر کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ تخریج کے ذریعے مجتہدِ منتسب امام کے نص یا اصول سے وہ حکم نکالتا ہے جو صراحتاً مذکور نہیں ہوتا۔
4. مجتہد منتسب علمی شرائط کے تحت اپنے امام کے قواعد سے انحراف یا نئے اصول وضع کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔
5. اگر امام کا قول کسی خاص عرف یا زمانے کے حالات پر مبنی تھا اور اب وہ عرف بدل چکا ہے، تو مجتہدِ منتسب اس سے انحراف کر سکتا ہے۔

6. مجتہد اس بنیاد پر نیا قاعدہ لاگو کر سکتا ہے کہ اگر اس کا امام موجودہ حالات اور بدلے ہوئے عرف کو دیکھتا، تو وہ بھی وہی رائے اختیار کرتا۔

7. اگر کسی مسئلے میں امام کے قول کے مقابلے میں زیادہ قوی اور راجح دلیل مل جائے، تو مجتہدِ منتسب اسے اختیار کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اسے امام ہی کے اصولی فریم ورک سے ثابت کرے۔

8. معاشرتی ضرورت اور مصلحتِ عامہ کے تحت وہ علتِ حکم کی نئی دریافت (تخریج المناط) کر کے حکم میں توسیع کر سکتا ہے۔

9. عصرِ حاضر کے پیچیدہ مسائل (نوازل) کے حل کے لیے مجتہدِ منتسب کا اپنے امام کے اصولوں پر کاربند رہنا عین مصلحت کے مطابق ہے، کیونکہ یہ مادر پدر آزاد اجتہاد سے پیدا ہونے والے قانونی خلفشار اور انارکی کو روکتا ہے۔

10. یہ فکری پابندی مجتہد کو "خواہشِ نفس" یا محض علمی نمود کی بنا پر ضعیف اقوال کے تتبع سے بچاتی ہے۔

11. اس فقہی اختیار کے معاصر قانونی ڈھانچے پر عدالت کی سطح پر راجح اور مستند اقوال کی پابندی، عدل وانصاف کے استحکام اور قانون کے جمود سے بچاؤ جیسے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

سفارشات

تحقیق کے ان نتائج کی روشنی میں یہ سفارشات پیش کی جاتی ہیں کہ موجودہ دور میں فقہی جمود کو توڑنے کے لیے "تخریج جدید" کے اس منہج کو تعلیمی اور قانونی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ محض قدیم عبارتوں کے الفاظ پر جمود کرنے کے بجائے ائمہ کے منہج کی روح اور مقاصدِ شریعہ کو سامنے رکھ کر قانون سازی کی جائے، نیز، عدالتی نظام میں صرف ان فقہاء اور مجتہدین کے استنباط کو معتبر مانا جائے جو مطلوبہ علمی شرائط اور اصولی مہارت پر پورا اترتے ہوں تاکہ دین کی ترجمانی خواہشاتِ نفسانی کے بجائے ٹھوس علمی بنیادوں پر ہو سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Al-Qurʾān
* Abū Zuhra, Muḥammad. *Tārīkh al-Madhāhib al-Islāmiyya*. Cairo: Dār al-Fikr al-ʿArabī, n.d.
* Aḥmad ibn Fāris. *Muʿjam Maqāyīs al-Lugha*. Beirut: Dār al-Fikr, 1979.
* Al-Āmidī, Sayf al-Dīn. *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1984.
* Al-Dāraquṭnī. *Sunan al-Dāraquṭnī*. Beirut: Dār al-Maʿrifa, n.d.
* Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad al-Ṭūsī. *al-Mustaṣfā*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1993.
* Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn. *Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār*. Beirut: Dār al-Fikr, 1992.
* Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn. *Sharḥ ʿUqūd Rasm al-Muftī*. Beirut: Dār al-Fikr, 1984.
* Ibn ʿĀbidīn al-Shāmī. *Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār*. Egypt: Maṭbaʿat Būlāq, 1272 AH.
* Ibn ʿĀbidīn al-Shāmī. *Rasm al-Muftī* (Majmūʿat Rasāʾil Ibn ʿĀbidīn).
* Ibn al-Humām, Kamāl al-Dīn Muḥammad. *al-Taḥrīr fī Uṣūl al-Fiqh*. Egypt: Maṭbaʿat Muṣṭafā al-Bābī, 1351 AH.
* Ibn al-Qayyim al-Jawziyya. *Iʿlām al-Muwaqqiʿīn ʿan Rabb al-ʿĀlamīn*. Beirut: Dār al-Jayl, n.d.
* Ibn Manẓūr, Jamāl al-Dīn. *Lisān al-ʿArab*. Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH.
* Ibn Qayyim al-Jawziyya, Muḥammad ibn Abī Bakr. *Iʿlām al-Muwaqqiʿīn ʿan Rabb al-ʿĀlamīn*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1991.
* Ibn Qayyim al-Jawziyya. *Iʿlām al-Muwaqqiʿīn ʿan Rabb al-ʿĀlamīn*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1411 AH.

* Ibn Rajab al-Ḥanbalī. *al-Qawāʿid*. Beirut: Dār al-Maʿrifa, n.d.
* Imām al-Nawawī. *al-Majmūʿ Sharḥ al-Muhadhdhab*. Beirut: Dār al-Fikr, n.d.
* Imām Mālik ibn Anas. *al-Mudawwana al-Kubrā*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, n.d.
* Al-ʿIzz ibn ʿAbd al-Salām al-maʿrūf Sulṭān al-ʿUlamāʾ. *Qawāʿid al-Aḥkām fī Maṣāliḥ al-Anām*. Cairo: Dār al-Sharq li-al-Ṭibāʿa, 1968.
* Al-Jaṣṣāṣ, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī. *al-Fuṣūl fī al-Uṣūl*. Kuwait: Wizārat al-Awqāf, 1994.
* Al-Karkhī, Abū al-Ḥasan ʿUbayd Allāh. *al-Uṣūl allatī ʿalayhā Madār Furūʿ al-Ḥanafiyya*. Lahore: Idāra Islāmiyyāt, 1990.
* Majmūʿa min al-Muʾallifīn, Wizārat al-Awqāf wa al-Shuʾūn al-Islāmiyya. *al-Mawsūʿa al-Fiqhiyya al-Kuwaytiyya*. Kuwait: Maṭbaʿ Dhāt al-Salāsil, 1990.
* Majmūʿa min al-Muʾallifīn, Wizārat al-Awqāf wa al-Shuʾūn al-Islāmiyya (Kuwait). *al-Mawsūʿa al-Fiqhiyya al-Kuwaytiyya*. Kuwait: Maṭbaʿ Dhāt al-Salāsil, 1983–2006.
* Muḥammad Abū Zuhra. *Uṣūl al-Fiqh*. Cairo: Dār al-Fikr al-ʿArabī, n.d.
* Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. *al-Majmūʿ Sharḥ al-Muhadhdhab*. Cairo: Idārat al-Ṭibāʿa al-Munīriyya, n.d.
* Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān*. Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyya, 1964.
* Sayf al-Dīn al-Āmidī. *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, n.d.
* Shāh Walī Allāh, Aḥmad ibn ʿAbd al-Raḥīm. *ʿIqd al-Jayyid fī Aḥkām al-Ijtihād wa al-Taqlīd*. Cairo: al-Maṭbaʿa al-Salafiyya, 1385 AH.
* Shāh Walī Allāh, Aḥmad ibn ʿAbd al-Raḥīm. *al-Inṣāf fī Bayān Sabab al-Ikhtilāf*. Translated by Muḥammad Aḥsan Nānautwī. Karachi: Mīr Muḥammad Kutub Khāna, 1406 AH.
* Shāh Walī Allāh, Aḥmad ibn ʿAbd al-Raḥīm. *Ḥujjat Allāh al-Bāligha*. Deoband: Kutub Khāna Raḥīmiyya, n.d.
* Al-Shāṭibī, Abū Isḥāq. *al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Fiqh*. Beirut: Dār al-Maʿrifa, n.d.
* Al-Shāṭibī, Abū Isḥāq. *al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharīʿa*. Egypt: al-Maktaba al-Tijāriyya al-Kubrā, n.d.
* Al-Subkī, Tāj al-Dīn ʿAbd al-Wahhāb ibn ʿAlī. *Jamʿ al-Jawāmiʿ fī Uṣūl al-Fiqh*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 2003.
* Al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn. *al-Ashbāh wa al-Naẓāʾir*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, n.d.
* Thānawī, Ashrāaf ʿAlī. *al-Ḥīla al-Nājiza li-al-Ḥīla al-ʿĀjiza*. Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2010.
* Al-Zarkashī, Badr al-Dīn. *al-Bahr al-Muḥīṭ fī Uṣūl al-Fiqh*. Cairo: Dār al-Kutubī, 1994.

Al-Zuḥaylī, Wahba. *al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuhu*. Damascus: Dār al-Fikr, 1985.

Al-Marjān Research Journal

CERTIFICATE OF PUBLICATION

ACCEPTANCE LETTER

This certifies that the article titled

Hierarchies of Ijtihad and the Delimitation of Juristic Authority: A Foundational Analysis of the Operational Spheres of Mujtahid Mutlaq and Mujtahid Muntasib

penned by

Dr. Naveed Khan

PUBLICATION INFORMATION

VOLUME/ ISSUE	PUBLICATION PERIOD	ACCEPTANCE DATE	ISSN	STATUS
4/1	Jan –Mar (2026)	14 Nov 2025	ISSN (PRINT): 3006-0362 ISSN (ONLINE): 3006-0370	Published & Accepted

Prof. Dr. Muhammad Saad Siddiqui
Editor-in-Chief: Al-Marjān Research Journal

PUBLISHER: Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan (SMC-Private) Limited

Website: https://al-marjan.com.pk | Email: editorialmarjan@gmail.com | Contact: +92 306 6804052